صلوٰۃ الوسطیٰ کی حفاظت کریں تو یہ آپ کی حفاظت کرے گی

وہ نصیحت جس کے ساتھ عمل اور غم کی طاقت ہو وہ ضرور فائدہ دیتی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ / اپریل ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیاتِ کریمہ تلاوت کیں:۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۹﴾

(البقرہ: ۲۳۹)

آج جمعہ پہ آنے سے کچھ عرصہ پہلے مجھے مکرم عزیزم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی طرف سے فیکس ملی ہے کہ آج اُن کی سالانہ تربیتی کلاس کا افتتاح ہو رہا ہے اور چونکہ قبل ازیں خلیفۂ وقت ہمیشہ اس کلاس کا افتتاح خود کیا کرتے تھے اس لئے اب مواصلاتی سیارے کے ذریعے جو خدا کے فضل سے رابطہ قائم ہوا ہے آپ اس اہم موقع پر ہماری کلاس کا افتتاح کر دیں۔ غالباً اُن کی مراد یہ ہے کہ افتتاح تو ہو چکا ہوگا لیکن افتتاحی تقریب میں جو چند دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں یا نصیحتیں کی جاتی ہیں، ان کے ساتھ شامل ہو کر اپنا فرض ادا کر سکوں۔

اسی سلسلے میں میں نے آج اس آیت کا انتخاب کیا ہے۔ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۹﴾ اس کا مطلب ہے اپنی نمازوں کی حفاظت کرو وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى اور خبردار جو مرکزی اہمیت کی نماز ہے اُسے نہ بھولنا وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے عبادت کے لئے کھڑے ہو جایا کرو، فرمانبرداری کے ساتھ

عبادت کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں حٰفِظُوْا کا لفظ محض عام حفاظت نہیں بلکہ جس باب میں اس کو استعمال کیا گیا ہے اُس سے اس میں اور بھی بہت سے معنی پیدا ہو گئے ہیں۔ حفظ یحفظ عام عربی میں استعمال ہونے والا لفظ ہے۔ واحفظوا کہا جائے تو مطلب ہے کہ حفاظت کرو لیکن حٰفِظُوْا جب کہا جائے تو کچھ اور معنیٰ پیدا ہو جاتے ہیں۔ ویسے بھی لفظ حفاظت میں حفاظت ہی کے معنی نہیں بلکہ عربی استعمال کے رو سے ثابت ہے کہ حفاظت سے مراد دوام بھی ہے، مستقل مزاجی سے کسی چیز پر قائم ہو جانا بھی ہے یعنی اُس Institution کی حفاظت کرو اور اس کو ہر قسم کے خطرات سے بچاتے رہو۔ مستقل نگرانی کا کام بھی حفاظت کے لفظ میں داخل ہے۔ حٰفِظُوْا کا مطلب ہے ایک پارٹی ہی نہیں بلکہ اس کے مقابل پر ایک اور پارٹی بھی ہے۔ ایک طرف سے ایک شخص یا ایک گروہ ایک کام کرتا ہے۔ مدمقابل بھی اُسی طرح کا کام اس کے سامنے کرتا ہے۔ پس جب کسی کو قتل کرنا بتانا ہو تو قَتَلَ کے لفظ سے بتایا جاتا ہے۔ اس نے قتل کر دیا۔ مگر جب لڑائی کا مضمون بتانا ہو تو قاتل کہتے ہیں۔ اُس نے فلاں شخص سے قتال کیا ہے یعنی اس میں ایک مدمقابل کا پایا جانا ضروری ہے۔

پس حٰفِظُوْا سے کیا مراد ہے؟ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مضمون پر بہت پاکیزہ روشنی ڈالی۔ جب آپ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اگر تم نماز کی حفاظت کرو گے تو نماز اُس کے مقابل پر تمہاری حفاظت کرے گی۔ پس یہاں مدمقابل خود نماز ہے اور اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے ایک اور آیت سے کہ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:۴۶) پس اگر تم نماز سے کوئی مدد چاہتے ہو تو نماز کی حفاظت کرو۔ یہ بہت ہی پیارا اور گہرا اور وسیع مضمون ہے۔ نماز کی صفات قرآن کریم نے بیان فرمائی ہیں وہ تمام صفات تمہاری تائید میں اٹھ کھڑی ہوں گی اور تمہاری حفاظت کریں گی اور تمہیں گھیر لیں گی اور دائماً تمہارے ساتھ رہیں گی کیونکہ وہ بے وفائی نہیں کریں گی اور تمہاری نگرانی رکھیں گی۔ یہ سارے مضامین اس وقت حٰفِظُوْا میں شامل ہو گئے ہیں۔

پس تربیتی کلاس کی بات ہو رہی ہے۔ میرے نزدیک ہر تربیتی موقع پر سب سے اہم نصیحت نماز کی حفاظت کی نصیحت ہے اور جیسا کہ فرمایا گیا حٰفِظُوْا اس سے حفاظت میں مقابلہ کرو۔ تم اس کی

حفاظت کرو یہ تمہاری حفاظت کرتی رہے اور اس طرح ایک دوسرے سے طاقت پکڑو۔ پس حفاظت کا سارا مضمون محض نماز کی حفاظت تک محدود نہیں بلکہ انسان کی ضرورت کی جتنی حفاظت کی چیزیں ہیں وہ ساری اس میں داخل ہو جاتی ہیں۔ آپ نماز کی حفاظت کریں گے تو نماز آپ کی حفاظت کرے گی اور یہ حفاظت کا لفظ نماز کے تعلق میں عام ہے۔ نہ صرف ہر بدی سے حفاظت کرے گی بلکہ ہر خطرے کے موقع سے حفاظت کرے گی۔

چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو مزید کھولتے ہوئے فرمایا کہ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ:۴۶) اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہو تو صبر کے ساتھ اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ خالی صبر کافی نہیں ہے۔ صلوٰۃ صبر کو طاقت بخشتی ہے اور صلوٰۃ حفاظت کے وہ سارے تقاضے پورے کرتی ہے جو اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہیں۔ پس بہت ہی گہرا اور وسیع مضمون ہو جاتا ہے جب حٰفِظُوْا کے باب پر غور کرتے ہوئے آپ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ کے مضمون پر غور کرتے ہیں۔

پس دنیا میں ہر انسان کو ہر قسم کے خطرات لاحق ہوتے ہیں، مشکلات پڑتی ہیں، مصیبتیں نازل ہوتی ہیں، آپس میں خاندانوں میں جھگڑے پڑ جاتے ہیں، بھائی بھائی کے، بہن بھائی کے، عزیزوں کے ساتھ ہر ایسے معاملے میں جہاں انسان کو کسی قسم کی حفاظت کی ضرورت ہے اگر وہ نماز پر قائم ہو جاتا ہے اور حٰفِظُوْا کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے نماز کی حفاظت پر مستعد رہتا ہے، ہمیشہ کوشاں رہتا ہے کہ اس کی حفاظت کرے تو اس کے لئے بڑی خوشخبری ہے ہر مشکل کے وقت نماز اُس کی حفاظت کے لئے کھڑی ہو جائے گی۔ وہ خدا تعالیٰ سے خود ملتجی ہوگی کہ اس تیرے عاجز بندے نے تیری نصیحت پر عمل کرتے ہوئے میری حفاظت کی تھی۔ اب یہ حفاظت کا محتاج ہوا جاتا ہے۔ تو اس پر رحم فرما اور اپنا وعدہ پورا کر اور مجھ سے وفا کے نتیجے میں تو اس کے ساتھ رحم اور شفقت کا سلوک فرما۔ پس نماز کے ساتھ جو تعلق ہے خود اپنی ساری زندگی کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے۔

اس کا اگلا حصہ ہے وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى اور خبردار مرکزی حیثیت کی نماز سے غافل نہ ہونا۔ مرکزی حیثیت کی نماز سے مختلف مفسرین نے مختلف معنی سمجھے ہیں۔ بعض کہتے ہیں صبح کی نماز کو پہلی نماز شمار کیا جائے اور عشاء کو آخری، تو عصر کی نماز مرکزی نماز بنتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں

مرکزی نماز اہمیت کے اعتبار سے ہے اور اہمیت کے اعتبار سے بعض کے نزدیک تہجد کی نماز سب سے زیادہ اہم ہے یا بعض کہتے ہیں کہ صبح کی نماز سب سے زیادہ اہم ہے۔ بعض دوسرے مفسرین نے جو میں سمجھتا ہوں کہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ بہتر اور وسیع معنی سمجھائے ہیں۔ یہ معنی لیا ہے کہ مرکزی نماز کا فیصلہ ہر شخص کے حالات اور موقع و محل کے مطابق ہوگا۔ وہ نماز جو کسی کی زندگی میں سب سے زیادہ دوبھر ہو اُس کی حفاظت کرنا مرکزی نماز کی حفاظت کرنا ہے۔ وہ نماز جو کاموں اور مشاغل کی حالت میں آئے اور انسان کو خطرہ ہو کہ اُن مشاغل کے بہانے نماز سے غافل ہو جائے گا۔ وہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى بن جایا کرتی ہے۔ ہر شخص کے اپنے حالات ہیں اُن کے پیش نظر الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى اپنی شکل بدلتی رہتی ہے لیکن ہر شخص کے لئے کوئی نہ کوئی الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى موجود ہے۔ اب مغربی معاشرے میں عموماً وقت کی کمی کا بہانہ کر کے ظہر کے ساتھ عصر کو جمع کر لیا جاتا ہے، مغرب کے ساتھ عشاء کو جمع کر لیا جاتا ہے۔ یہاں یہ دونوں نمازیں الگ الگ پڑھنا الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کے مضمون میں داخل ہو جاتا ہے اور جس نماز کو ٹالا گیا ہے، اپنے وقت سے ہٹایا گیا ہے وہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ہے۔ اس کی حفاظت نہیں کی گئی، اُسے اپنے وقت پر ادا کرنے کی بجائے اُسے کھینچ کر دوسرے وقت میں داخل کیا گیا ہے۔ پس یہاں اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمائی ہے اور شریعت نے بہت سہولت کے ساتھ کھلی اجازتیں دی ہیں۔ اُن اجازتوں سے استفادہ کرنا تو کوئی گناہ نہیں لیکن اگر خدا سے اجازت لے کر اُس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے، انسان اپنے نفس سے اجازتیں لینا شروع کر دے اور خدا کے مقرر کردہ اوقات میں تبدیلی پیدا کرے اور اُس کے فرائض سے غافل ہو اور ہمیشہ نفس کسی نہ کسی بہانہ سے اجازت دے دے۔ اُسے اجازت دینا نہیں کہا جاتا۔

یہ تو ایسی بات ہے جیسے ایک شخص مولوی صاحب تھے اُن کو یہ تو پتا تھا کہ چوری نہیں کیا کرتے لیکن ایک گنوں کے کھیت کے پاس سے گزرتے تھے تو سخت دل للچاتا تھا اور صبح صبح وہ اکیلے اٹھے ہوتے تھے نماز کے لئے تیاری کرنے میں، کوئی دیکھ بھی نہیں رہا ہوتا تھا۔ اُن کو خیال آیا کہ اجازت کے ساتھ تو جائز ہے نا تو میں اس کھیت سے اجازت لے کر گنے توڑوں گا۔ چنانچہ انہوں نے کھیت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے بی بی کمادی تینوں پچھّے ملاں قاضی۔ گنے دو لواں کہ چار۔ تو کھیت کی طرف سے خود اجازت دیتا تھا۔ بھن لے پنج سات کہ پانچ سات توڑ لے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کئی دن تو اُس کی

اجازت چلتی رہی اسی طرح۔ جب زمیندار نے دیکھا کہ ایک کونے سے گنے ختم ہو رہے ہیں تو گھات میں بیٹھ گیا۔ سردیوں کا زمانہ تھا۔ گنے عموماً تیار ہوتے ہیں دسمبر یا جنوری فروری میں اُس نے مولوی صاحب کو اُسی حال میں پکڑ لیا۔ ٹھنڈے پانی کی نہر ساتھ بہہ رہی تھی۔ مولوی صاحب کو پکڑ کے وہاں لے گیا۔ اُس نے نہر سے پوچھا، نہر کو مخاطب کر کے، مجھے شعر تو اُس کا یاد نہیں کیا بنایا تھا؟ لیکن مضمون یہی تھا کہ اوہ ٹھنڈے پانی کی نہر میں عاجز غلام تجھ سے اجازت چاہتا ہوں۔ مولوی صاحب کو دو غوطے دوں کہ چار تو نہر کہتی تھی کہ پانچ سات دے دو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

تو اللہ تعالیٰ سے تو وہ کام نہ کریں جو ہمیشہ جاگتا ہے۔ ملاں نے تو اتفاق سے پکڑا تھا۔ غلط اجازت کی اطلاع ملاں کو محض اتفاقاً ہوئی ہے مگر آپ جو ہمیشہ اپنے نفس سے غلط اجازتیں لیتے ہیں۔ جب نفس مجاز ہی نہیں ہے تو خدا تو ہر آن دیکھ رہا ہے اور خصوصاً نماز کے معاملے میں بے پرواہی کرنا جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:۱۰۴) ایک مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے۔ ایک بہت بڑی غفلت ہے اور اس کا پیغام یہ ہے کہ اگر آپ نے الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کی حفاظت نہ کی تو جب آپ کو مشکل پیش آئے گی، آپ کو مصیبتیں گھیریں گی اور آپ کے لئے مدد طلب کرنے کے لئے ایک وسطی وقت پیدا ہو جائے گا۔ ایک اہم وقت آئے گا کہ جب آپ کو مدد کی ضرورت ہوگی اُس وقت آپ مرکزی نماز کی حفاظت سے عاری ہوں گے یعنی مرکزی نماز کی حفاظت نہ کرنے کے نتیجہ میں اللہ کی تقدیر آپ سے ہاتھ اٹھالے گی کہ اس کو تو ہم نے سمجھا دیا تھا کہ تم مصیبت کے وقت میں بچنے کے لئے یہ کام کرنا اور اگر فائدہ نہیں اٹھایا۔ تو انسان خود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اپنے آپ کو محروم کر دیتا ہے۔ اگر واضح نصائح کو سن کر، سمجھ کر پھر ان سے غفلت برتتا ہے۔ تو نماز کے متعلق جتنا بھی زور دیا جائے وہ کم ہے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ اتنی مرکزی نصیحت ہے کہ اگر ہر خطبے میں بھی نماز پر کچھ کہا جائے تو ہرگز یہ بے وجہ تکرار نہ ہوگی۔ اس میں ہماری زندگی، ہماری جان ہے۔ عبادت ہی میں تمام انسانی صلاحیتوں کا نچوڑ ہے۔ تمام انسانی صلاحیتیں عبادت میں اکٹھی ہو کر ایک نقطے پر مرکوز ہوتی ہیں اور اُس سے نئی جلا پاتی ہیں اور یہ جو میں بات کر رہا ہوں بڑی لمبی تفصیل چاہتی ہے مگر میں مختصراً آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ میں نے ساری زندگی کے تجربے سے دیکھا ہے کہ جب تک نماز میں توجہ کے وقت

انسانی صلاحیتیں بار بار اُس توجہ میں پیش ہو کر اپنے نقائص سے آگاہ نہ ہوتی رہیں اور اُن نقائص کو دور کرنے میں نماز سے مدد نہ ملتی رہے تو ساری زندگی انسان کی غفلت میں کٹ جائے گی اور اُس کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

نماز اس طرح اصلاح کرتی ہے کہ جب آپ توجہ سے نماز پڑھتے ہیں تو آپ کا وجود مختلف صورتوں میں آپ کے سامنے پیش ہوتا ہے اور نماز کی دعاؤں میں کبھی کوئی نفس آپ کے سامنے آرہا ہے اور کبھی دوسرا نفس آپ کے سامنے آرہا ہے۔ کبھی کوئی ایک غفلت جاگ اُٹھتی ہے اور آپ کو متوجہ کرتی ہے، کبھی دوسری غفلت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ تو نماز آپ کو بیدار کرتی اور جگاتی ہے اس طرح حفاظت کرتی ہے۔ ایک حفاظت کا تعلق بیدار کرنے سے ہے اور حفاظت کا جو لفظ ہے یہ اتنے وسیع معنی میں یہاں چسپاں ہوتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اب آپ نے بارہا سنا ہوگا پہرے کے پھیرے ڈالنے والوں کو جاگتے رہو، جاگتے رہو حالانکہ اُس نے خود جاگنا ہے لیکن وہ آواز دیتا ہے سب کو کہ جاگتے رہو۔ مراد یہ ہے کہ غافل نہ ہونا۔ یہ مراد تو نہیں ہے کہ میری جگہ تم اٹھو اور پہرے کے پھیرے لگاؤ۔ مراد یہ ہے کہ پہرہ اپنی جگہ لیکن جب تک ایک انسان خود بیدار مغز نہ ہو، ہوشیاری کے ساتھ اپنے اموال کی حفاظت کرنا نہ جانتا ہو بیرونی پہرے اُس کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ تو نماز ہے جو اندر سے آپ کو جگاتی ہے اور بیدار کرتی ہے اور واقعۃً ایسا کرتی ہے۔ وہ شخص جو کوشش کر کے نماز کو زندہ کرتا ہے یا زندہ کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے وہ جانتا ہے کہ بڑا مشکل کام ہے لیکن یہ کوشش رائیگاں کبھی نہیں جاتی۔ ضرور فائدہ بخش دیتی ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب لکھا نماز کی لذتوں کا ذکر فرمایا یا حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے حالات پڑھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ایسی لذت تھی کہ دنیا جہان سے کلیۃً کھو جاتے تھے۔ ہمیں تو ایسا مزا نہیں آتا، ہمیں کیا فائدہ ایسی نماز پڑھنے کا۔ وہ نمازیں جو مزا دیتی تھیں کمائی جاتی ہیں، پہلے دن نہیں بن جایا کرتیں۔ وہ زمیندار جو کھیت میں محنت کرتا ہے اور فصل کی حفاظت کرتے ہوئے، پروان چڑھاتا ہے۔ اُس میں جب پھل لگ بھی جاتا ہے تب بھی مزے کے قابل نہیں ہوا ہوتا۔ اپنی نمازوں کو پھل دار بنانا ہی مقصود نہیں ایسے وقت تک پھل دار بناتے جانا ہے جب پھل میں مٹھاس پیدا ہو جائے، جب اُس میں لذت پیدا ہو جائے، جب اُس میں رزق کی توانائی آجائے، وہ توانائی دے

سکتا ہو، ایسا رزق جو توانائی دے سکتا ہو اُسے اُس مقام تک پہنچانے میں بڑی محنت کرنی پڑتی ہے اور کچھ نہ کچھ بیچ میں اس کا مزا اللہ تعالیٰ چسکے کے طور پر دلاتا بھی رہتا ہے۔ پس نماز کی حفاظت ان معنی میں کریں جن معنوں میں قرآن کریم کی آیت ہم سے تقاضا کرتی ہے۔ مختلف حالات میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کے معنی بدل جاتے ہیں۔

چنانچہ میں نے دیکھا کہ احمدی معاشرے میں وہ معاشرے کا حصہ جو امیر ہے، دولت مند ہے، سہولت رکھتا ہے اُن میں بہت سے مخلص بھی ہیں، نمازیں پوری پڑھتے ہیں اور چندوں میں نماز کی قربانیوں میں بھی آگے، اطاعت کا رنگ بھی رکھتے ہیں۔ لیکن اُن کو یہ وہم ہے کہ صبح کی نماز سے وہ مستثنٰی ہیں یعنی وقت پر نماز پڑھنے سے مستثنٰی ہیں اور بعض خاندانوں میں مسلسل یہ رواج چلے آ رہے ہیں۔ ساری رات بیٹھ کے گپیں ماریں گے، مجلسیں لگائیں گے، شادی ہوگی تو بیاہ شادی کے گانے گائے جائیں گے، ڈھولکیاں بجیں گی اور پھر سوتے ہیں اب تو نہیں یہ ہمارا فرض کہ ہم اٹھیں اور اب جس وقت آنکھ کھلے گی اُس وقت ہی نماز پڑھیں گے۔ یہ بالکل نفس سے جھوٹا بہانہ کر کے اجازت حاصل کرنے والی بات ہے اور نفس کو تو اختیار ہی کوئی نہیں کہ اجازت دے۔ اگر جاگنا ہے تو اتنا جاگو کہ پھر اُسی جاگنے کی حالت میں تہجد کی نماز پڑھو اور صبح کی نماز وقت پر پڑھو اور پھر سوؤ اور اگر نماز پڑھنی ہے اور ساری رات جاگ نہیں سکتے تو پھر وقت پر سوؤ۔

آنحضرت ﷺ کبھی عشاء کی نماز کے بعد عام طور پر مجالس لگانے کی عادت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ یہی پسند کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کے بعد جب انسان نوافل وغیرہ کے بعد فارغ ہو جاتا ہے تو پھر علیحدگی اختیار کرے اور عبادت کرے یا سو جائے لیکن مجالس میں نہ بیٹھے لیکن یہ جو مجالس کا چسکا ہے۔ جماعت احمدیہ میں خصوصیت سے ایک خاص رنگ پکڑ چکا ہے اور اس کے اندر صرف برائی نہیں خوبی بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ آج کل معاشرہ اتنا گندہ ہو رہا ہے تیزی کے ساتھ کہ رات کو کھانے کے بعد بدارادوں سے عیش وعشرت کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ کہیں وہ سینما جا رہے ہیں، کہیں شراب خانوں میں جا رہے ہیں، کہیں اور لذت کی تلاش میں مختلف ناپسندیدہ محافل میں شریک ہو جاتے ہیں۔ احمدیوں کے لئے جو ذہنی لذت اور عیاشی کا سامان ہے وہ بس یہی ہے کہ کھانے کے بعد کسی کے گھر مجلس لگ جائے، آپس میں بیٹھے باتیں کریں جو زیادہ نیک مجالس ہیں،

اُن میں بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا بھی ذکر چلتا ہے لیکن انہی مجالس میں کچھ چغلیاں بھی ہوتی ہیں، احتیاط سے نظر ڈالی جاتی ہے کون ہے اور کون نہیں، جو ہے وہ کسی ایسے رشتے دار کا تو نہیں کہ جس کے خلاف باتیں کرنی ہیں۔ پھر پوری تسلی کے بعد پھر وہ دل کھول کر چغلیوں کے مزے لوٹے جاتے ہیں تو اُن کا یہ سویٹ ڈش بن جاتا ہے کہ رات کو بیٹھے مجلس لگائی۔ اب مجلس مجلس میں بھی فرق ہے۔ وہ مجلس جس میں ذکر الٰہی ہو یا اور ایمان افروز باتیں ہوں یا محبت بڑھانے کے تذکرے ہوں یا معاشرے کی خرابیوں کو ایسے رنگ میں دور کرنے کی باتیں ہوں جن میں تکبر، نخوت، بیہودہ تنقید نہ ہو بلکہ سچے دل کا جذبہ شامل ہو تو یہ مجلس ناپسندیدہ مجلس نہیں ہے۔ یہ تو وہ مجمع ہے جس کا استثنیٰ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ ہاں رات کی ایسی مجالس جن میں تم نیکی کی مشورے کرتے ہو اور ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی تلقین کرتے ہو وہ اچھی چیزیں ہیں وہ خدا کی ناپسندیدگی سے مستثنیٰ ہیں۔ تو ہر چیز کی اپنی ایک حالت ہے جو یہ فیصلہ کرتی ہے کہ یہ چیز اچھی ہے یا بُری۔ محض ایک چیز کو اچھا بُرا کہنا ایک قسم کی زیادتی اور جبر ہوگا۔

ٹیلی ویژن ہے دیکھ لیں اُس سے استفادے بھی ہوتے ہیں اور اُس سے بُرائیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ اب جب یہ ٹیلی ویژن کے ذریعے ساری دنیا میں خدا کے فضل سے خطبات پہنچنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ پاکستان سے بعض لوگوں نے مجھے خط لکھا کہ ہم بہت پریشان ہو گئے ہیں۔ جگہ جگہ انٹینا لگ رہا ہے۔ اب اس انٹینا کے ذریعہ باہر کی گندی فلمیں بھی دیکھی جائیں گی اور فلاں بھی ہوگا اور فلاں بھی ہوگا۔ استعمال تو اپنے اختیار میں ہے۔ اُسے تو روکا نہیں جا سکتا۔ مگر وہ صاحب کبھی یہ بات بھی کر سکتے ہیں کہ آنکھیں نکال دیں کہ کہیں میری بُری چیزوں پر میری نظر نہ پڑ جائے یا کانوں پر مہر لگا لیں کہ بد باتیں نہ سن سکوں یا زبان کٹوا بیٹھیں کہ میں گندی باتیں نہ کروں کہیں، کسی کو گالیاں نہ دے بیٹھوں۔ وہ جو چین کا فرضی فلسفہ ہے اُس میں ایک تصویر بندے کی دکھائی جاتی ہے جس کی زبان بھی نہیں ہے، آنکھوں پہ دونوں ہاتھ پڑے ہوئے ہیں اور کانوں میں انگلیاں ہیں۔ یہ بات بتانے کے لئے کہ تین ذرائع ہیں اگر ان سے تم بچ جاؤ تو بدی انہی رستوں سے داخل ہوتی ہے، انہی ذریعوں سے تم تک پہنچتی ہے۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ ان چیزوں کو بند کر کے بیٹھ جائیں اس لئے خدا تعالیٰ نے جب شعور عطا فرمایا ہے اور حواس خمسہ بخشے ہیں کہ ان کا صحیح استعمال ہو تو ان حواس خمسہ

کی مدد کے لئے جو دنیا میں چیزیں ایجاد ہوئی ہیں اُن سے میں کیسے روک سکتا ہوں۔ بڑی جہالت کی بات ہے کہ کہیں کوئی انٹینا سے کوئی بُری گندی باتیں نہ دیکھ لے اس لئے ڈش انٹینا بند کر دیا جائے تا کہ اچھی باتیں بھی کوئی نہ سن سکے اور وہیں آخر تان ٹوٹے گی کہ پھر آنکھیں بھی بند کروالو، کان بھی سلوالو، زبان بھی کاٹ لو کیونکہ ان تینوں ذرائع سے بدی تم تک پہنچ سکتی ہے۔ اپنی حفاظت کرو۔ حٰفِظُوۡا عَلَى الصَّلَوٰتِ میں جو پیغام ہے۔ اگر نماز کی حفاظت کرو گے تو ان سب امور میں تمہاری حفاظت کرے گی۔

اب صبح کی نماز کا میں ذکر کر رہا تھا اگر ایسا معاشرہ جہاں عادت ہے صبح کی نماز کھا جانے کی وہ اگر حفاظت کا مضمون سمجھ کر نماز کی تیاری ذہنی طور پر کریں گے اور پھر منصوبہ بنائیں گے تا کہ پھر کسی طرح صبح کی نماز ضائع نہ ہو۔ اُن کو مجلس میں بیٹھ کر ایک فکر لاحق رہے گی۔ گھبراہٹ ہوگی کہ زیادہ دیر ہوگئی ہے کہیں میری آنکھ ہی نہ کھلے۔ پھر وہ کئی دوسرے ذرائع اختیار کریں گے کہ جس سے اُن کو اُٹھنے میں مدد مل جائے۔ بعض لوگ کسی دوست کو کہہ دیتے ہیں کہ فون کر دینا۔ الارم مضبوط لگا دیتے ہیں اور نماز کا اگر خیال رہے تو مجلس میں لگی وہ بے چینی ان کے لئے ثواب کا موجب بنے گی۔ ایک نیکی کا خیال اُن کو پشیمان رکھے گا، اُن کی لذت میں ایک چھوٹی سی پھانس پھنسی رہے گی کہ خدا کی خاطر مجھے ایک کام کرنا ہے اور میری یہ مجلس اُس راہ میں اب حائل ہو رہی ہے۔

تو نماز کی حفاظت سب سے بڑی اور اہم نصیحت ہے جو میں آپ کو کر سکتا ہوں۔ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ہو یا تمام دنیا کی مجالس خدام الاحمدیہ ہوں، مجالس انصاراللہ ہوں، لجنہ اماء اللہ ہوں یا جماعت کا نظام، وہ سارے اس وقت میرے مخاطب ہیں اور اس تربیتی کلاس کو سامنے رکھ کر اس سے استفادہ کرتے ہوئے میں سب کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ سب سے زیادہ زور نمازوں کی حفاظت پر دیں، سب تنظیمیں اپنے اپنے ہاں نگران ہوں اور بیدار رہوں۔

حٰفِظُوۡا میں ایک اور پیغام بھی ہے یہ اجتماعی حکم ہے اور حٰفِظُوۡا کا مطلب ہے ایک دوسرے کی بھی حفاظت کرو صرف اپنی نماز کی حفاظت نہ کرو اور اپنی نماز سے حفاظت طلب نہ کرو بلکہ بحیثیت جماعت تم ایک دوسرے کی نماز کے معاملے میں حفاظت کرو۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا براہ راست تعلق تنظیموں کے ساتھ بھی ہے اور انفرادی طور پر بھی ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ اپنے

ہمسائے کی، اپنے اردگرد، اپنے ماحول کی حفاظت کرے۔

سب سے زیادہ اہم ذمہ داری گھر سے شروع ہوتی ہے۔ ماں باپ کی سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ اگر وہ بچوں کو بچپن ہی سے نمازوں کی اہمیت کا احساس نہ دلائیں، اگر بچپن ہی سے اُن کو وہ پیار اور محبت اور سلیقے اور بعض موقع پر ذرا سخت نصیحت کے ذریعے نماز کی اہمیت نہ سمجھائیں اور اس کی محبت کو دل میں جاگزیں نہ کریں۔ تو بڑے ہو کر پھر یہ نسلیں ہاتھ سے نکل جایا کرتی ہیں۔ بہت ہی اہم بات ہے کہ بچپن میں نماز کی محبت پیدا کی جائے۔ بعض بچیاں مجھے خط لکھتی ہیں اپنے خاوندوں کے متعلق کہتی ہیں کہ ہر لحاظ سے اچھا ہے لیکن نماز کی عادت نہیں۔ اگر نماز کی عادت نہیں تو وہ اچھا تو ہے لیکن اچھا لکڑی کا ڈھیر ہے۔ زندہ درخت نہیں ہے کیونکہ وہ وجود جو ہر لحاظ سے خوبصورت اور اچھا دکھائی دے اگر وہ عبادت نہیں کرتا تو اُس کا زندگی سے تعلق ہی قائم نہیں۔ عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ تعلق قائم ہو جاتا ہے جو اُس وجود تک پہنچانے میں مددگار ہوتا ہے۔ جس طرح بچے کا اپنی ماں سے تعلق پیٹ کے اندر جنین کا تعلق ہوتا ہے حمل کے ذریعے اور وہ ایک رسی سی ہوتی ہے آنول جس کے ذریعے ماں کی ہر طاقت پہنچ رہی ہوتی ہے۔ اُس کو اگر آپ کاٹ دیں تو وہ بچہ مردہ پیدا ہوگا اور سارے وجود کو زہریلا کر دے گا۔ پس خدا تعالیٰ کے ساتھ اگر عبادت کے ذریعے زندگی حاصل کرنے کا تعلق قائم نہ ہو تو ایسے وجود رفتہ رفتہ مر جاتے ہیں۔ زیادہ دیر زندہ رہ نہیں سکتے۔ ان کی ظاہری زندگی کی علامتیں محض ایک میکینکل حرکت ہے اور اُس میں کوئی جان نہیں ہے۔ اُن کی خوبیاں، اُن کے اخلاق بھی بے جان سے ہیں اور اردگرد اپنے معاشرے میں بھی ضرور کچھ نہ کچھ بد اثرات پیدا کرتے ہیں۔

پس نماز کی طرف توجہ کرنا بہت ہی زیادہ ضروری ہے، بے انتہاء اہم ہے۔ جتنی نصیحتیں میں آئندہ کرنا چاہتا ہوں اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ میرے ذہن میں ایک پروگرام ہے کہ اب جبکہ پاکستان ہی نہیں، بنگلہ دیش، افریقہ کی مختلف جماعتیں، امریکہ اور انگلستان پھر آسٹریلیا، فجی وغیرہ دور دور کے ممالک سے براہ راست رابطہ قائم ہو چکا ہے تو یہ رابطہ جب زیادہ مضبوط ہوگا یعنی اب ہو رہا ہے۔ کچھ اور ابھی انتظار کرنا ہوگا تو ایک بہت ہی وقت کی اہم ضرورت پوری کرنے کی مجھے سہولت حاصل ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ براہ راست کسی کو نصیحت کی جائے۔ خلیفۂ وقت کی آواز اگر

براہ راست کوئی سنتا ہے تو ضرور اُس کی طرف زیادہ توجہ دیتا ہے۔ واسطوں اور ذریعوں سے جو آواز اُس کی طرف پہنچتی ہے انسان اُس کو اتنی اہمیت نہیں دیتا۔ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں اور قرآن کریم میں ان حکمتوں کا مختلف جگہوں پر ذکر فرمایا ہے۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی نصیحت میں جو غیر معمولی طاقت تھی، اُن اسباب پر غور کریں جن کا قرآن کریم میں بعض دفعہ واضح طور پر، بعض دفعہ اشارۃً ذکر ملتا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہی چیز درجہ بہ درجہ حضور اکرم ﷺ کی نمائندگی کرنے والے غلاموں پر بھی صادق آتی ہے۔ پس خلیفہ وقت ہو یا امیر ہو یا مرکزی عہدیدار اس پر بھی یہی مضمون صادق آتا ہے۔ جب کوئی مرکزی عہدیدار نصیحت کرتا ہے، اگر وہ نصیحت سننے والا اُس کے سامنے بیٹھا ہو اُس پر اور اثر پڑے گا۔ اور اگر اُس نصیحت کو سن کر اُس کے کارندے، نمائندے بات پہنچا رہے ہیں تو اُس کا اور اثر ہوگا۔ ان دو باتوں میں غیر معمولی فرق ہے۔ اقبال نے غالباً یہی مضمون بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ

؎ جو تھا نہیں ہے جو ہے نہ ہوگا یہی ہے اک حرف محرمانہ
قریب تر نمو جس کی اُسی کا مشتاق ہے زمانہ (کلیات اقبال صفحہ: ۴۵۸)

یہاں قریب تر ہونا دور والوں کے اثر کو کم کر کے دکھاتا ہے مگر گستاخی یا بے ادبی کے رنگ میں نہیں بلکہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے۔ سورج دور ہے اور ایک دیا نزدیک ہے۔ وقتی طور پر بعض دفعہ ایک تیز لیمپ سورج سے بھی زیادہ شعاع پیدا کر سکتا ہے لیکن اُس میں سورج والی بات تو نہیں پیدا ہو سکتی کہ انسان کے ساتھ تعلق رکھنے والی ساری کائنات کو زندگی بخشتا ہے۔ لیکن جو قریب روشنی آتی ہے اُس کا ایک اپنا اثر ہے اور جو فاصلے پر دکھائی دیتی ہے اُس کا اپنا ایک اثر ہے۔ تو براہ راست نصیحت کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو شخص نصیحت کرتا ہے اُس کا مرتبہ کوئی بہت اونچا ہے۔ یہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے جس سے تعلق ہوگا وہ اگر خود بات کرے گا تو اُس کا زیادہ اثر پڑے گا اگر اُس کا پیغام جائے گا تو اُس کا کم اثر پڑے گا۔

پس اس پہلو سے ایک نماز کے تعلق میں میں ایک اور بات کہنی چاہتا ہوں کہ نماز کی نصیحت بھی کریں اور جن کو آپ نصیحت کرتے ہیں اُن پر زیادہ اثر پیدا کرنے کے لئے کوشش کریں کہ خلیفۂ وقت کی براہ راست آواز میں ہی یہ نصیحتیں اُن کو پہنچیں۔ اس سلسلے میں جو نمازوں پر خطبات

دیئے گئے ہیں مختلف وقتوں میں اگر اُن کی آڈیو یا وڈیو کیسٹس حاصل کر کے تنظیموں کے ذریعے انتظام ہو کہ محض مسجد میں ہی اُن کو بلا کر نہ سنائی جائیں بلکہ کوشش کی جائے کہ مختلف ایسا گھروں میں انتظام ہو اور اُن کے سپرد یہ کام ہو کہ اپنے ماحول میں رہنے والے احمدیوں کو وہاں بلائیں اور اُن کو وہ دکھا دیں۔ اگر سلیقے اور ترتیب کے ساتھ یہ کام ہو اور یہ تسلی ہو جائے کہ جماعت کی بھاری اکثریت ایک دفعہ خود خلیفۂ وقت کی آواز میں نماز کی اہمیت کے متعلق خطبات کو سنتی ہے، اُن نصیحتوں سے واقف ہوتی ہے تو وہ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اُس کا ایک بہت نمایاں اثر ہوگا اور اُن کے کام آسان ہو جائیں گے۔

دوسری بات اسی تعلق میں یہ ہے کہ خود اپنی ذات میں وہ باتیں پیدا کریں جن سے آپ کی نصیحت میں زیادہ طاقت پیدا ہو۔ تمام تفصیلی محرکات تو میں بیان نہیں کر سکتا، وجوہات جن سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ایک چیز جو میں بارہا بیان کر چکا ہوں اور وہ مرکزی نقطے کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا رحمة للعلمين ہونا۔ نصیحت کے لئے رحمت ضروری ہے کوئی نصیحت جو رحمت سے عاری ہوگی۔ وہ اثر نہیں دکھا سکتی ہے۔ بعض دفعہ قرآن کریم کی آیت پڑھتے ہوئے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کا کلام ہے مان تو لیتے ہیں مگر یہ بات ٹھیک دکھائی نہیں دیتی۔ وہ بات یہ ہے کہ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ (الاعلیٰ: ۱۰) نصیحت کر ضرور نصیحت فائدہ دے گی۔ پس بعض لوگ سوچتے بھی ہوں گے مگر مجھ سے بھی کئی دفعہ پوچھتے ہیں کہ قرآن کریم نے لکھا ہے سر ادب سے جھکتا ہے ضرور صحیح ہوگا مگر ہم تو نصیحتیں کرتے ہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ایک دفعہ میں نے پہلے بھی ایسے لوگوں کو سمجھایا تھا یعنی خطبے کے ذریعے، اب میں پھر سمجھتا ہوں کہ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى میں خصوصیت سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرمایا گیا۔ عام نصیحت نہیں، مطلب یہ کہ ہر شخص کی نصیحت اثر نہیں دکھاتی۔ بعض نصیحتوں سے لوگ بدکتے ہیں اور بھاگتے ہیں اور الٹی منافرت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا اے محمد، اے میرے بندے! جس نے مجھ سے تربیت کے انداز سیکھے ہیں، تو نصیحت کر میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ تیری نصیحت کبھی بیکار نہیں جائے گی۔ اس لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نصیحت کا منبع رحمت تھی۔ وہ نصیحت جو رحمت کے منبع سے پھوٹتی ہو وہ کبھی بیکار نہیں جاسکتی۔ وقتی طور پر اگر بے اثر دکھائی بھی دے تو کچھ عرصے کے بعد اُس کا اثر ضرور ظاہر ہوگا۔

مائیں جب بچوں کو نصیحت کرتی ہیں اُس کا اور اثر ہوا کرتا ہے۔ مقابلۃً ایسے باپ جو اکثر باہر رہتے ہیں اور بچوں سے براہ راست تعلق نہیں اُن کی نصیحت کا اور اثر ہوتا ہے، دوسرے رشتہ داروں کی نصیحت کا اور ہے، گلی میں چلتے پھرتے کسی شخص کی نصیحت کا اور اثر ہے اور اثر میں کمی یا زیادتی کا مرکزی نقطہ رحمت میں کمی یا زیادتی ہے۔ اگر ایک شخص میں محبت پائی جاتی ہو، پیار پایا جاتا ہو، جو کسی شخص کو نصیحت کرے دردِ دل کے ساتھ یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اس شخص کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس کی تکلیف میں شامل ہو تو ایسا شخص اگر بُرائی میں اس طرح گھیرا گیا ہے کہ اُس کی نصیحت کو نہیں مان سکتا۔ تب بھی اُس کے دل میں ایک زخم سا لگ جائے گا۔ اُس کو ایک پریشانی سی لاحق ہو جائے گی کہ اُس نے مجھ سے نیک بات کہی تھی اور میں عمل نہیں کرسکتا۔ یہ دکھ خود اُس کے لئے نصیحت بن جایا کرتا ہے۔ آج نہیں تو کل اُس کے دل میں ضمیر کے کچوکے اتنا زخم پہنچا دیتے ہیں کہ وہ مزید برداشت نہیں کرسکتا اور اُس کو لازماً ان سے بچنے کے لئے اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی پڑتی ہے۔

پس خدام الاحمدیہ کے عہدیدار ہوں یا دوسرے جماعتی عہدیدار یا دوسری ذیلی تنظیموں کے نمائندے یاد رکھیں خشک نصیحت بیکار چیز ہے اور خشک نصیحت بعض دفعہ فائدے کی بجائے نقصان پہنچا دیتی ہے، نفرتیں پیدا کر دیتی ہے۔ اپنی نصیحت کو پہلے پہچانیں۔ اُس کا تجزیہ کریں اور غور کریں کہ آپ کیوں کر رہے ہیں؟ مجھے بھی خدام الاحمدیہ کے مختلف عہدوں پر خدمت کرنے کا موقع ملا ہے مجھے یاد ہے کئی دفعہ مجھ سے بھی غلطی ہوا کرتی تھی۔ کسی ایسے کو نصیحت کی خدام الاحمدیہ کی نمائندگی میں جو مرتبے اور مقام میں اور عمر میں، میرے رشتہ داروں میں یا دوسرے، مجھ سے بڑا ہوتا تھا اور وہ اگر تحقیر سے دیکھ کر اُس کو رڈ کر دیتا تھا تو یہ احساس ہوتا تھا کہ اس کا میں تو کچھ بھی نہیں کرسکتا اور بعض دفعہ خیال آتا تھا کہ اُس کو نیچا دکھایا جائے۔ پکڑ کے کسی بڑے سے شکایت کر کے مجبور کیا جائے۔ یہ خیال ایک باطل خیال ہوا کرتا تھا۔ جوں جوں تجربہ بڑھا اور عمر بڑھی تو یہ احساس نمایاں طور پر پیدا ہونے لگا کہ وہ حالت ایک غفلت اور گناہ کی حالت تھی جس میں انسان نے اپنی نصیحت نہ سننے والے کے خلاف ایک قسم کی رعونت اختیار کی بظاہر اُس کو رعونت کا طعنہ دیا مگر جب دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ میں اس کا سر نیچا کر کے دکھاؤں گا۔ یہ کون ہوتا ہے؟ نظام جماعت کی بات نہ مانے۔ میں نمائندہ ہوں نظام کا، اسے میری عزت کرنی چاہئے تھی۔ وہیں نصیحت اثر سے بیکار ہو جائے گی اور آئندہ بھی اس میں کوئی پھل

نہیں لگے گا کیونکہ وہاں اپنے نفس کی رعونت نے سر اٹھالیا اور اُس نصیحت پر قبضہ کر لیا ہے۔

پس نصیحت رحمت سے باندھی جانی چاہئے ، اس کی جڑیں رحمت میں پیوستہ ہونی چاہئیں۔ رحمت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی نصیحت سنے تو غم پیدا ہو، غصہ پیدا نہ ہو اور قرآن کریم کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں، سیرت نبوی کا مطالعہ ہر پہلو سے کر کے دیکھیں ، اشارۃً بھی کہیں آپ کو ایک جگہ بھی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا ردعمل یہ نظر نہیں آئے گا کہ آپ نے غصے اور تحقیر کے ساتھ نصیحت نہ سننے والوں کا بدلہ اتارنے کی تمنا کی ہو، اُن کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ہو۔ گہرے غم کا ذکر ملتا ہے اور اتنے گہرے غم کا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:۴) اے محمد! تو اپنے وجود کو ہلاک کر لے گا کہ اس غم میں کہ وہ ایمان نہیں لا رہے یہ ظالم۔

پس نصیحت غیروں پر جن کی آنکھیں بند ہوں ، جن کے دلوں پر ، کانوں وغیرہ پر مہریں لگ چکی ہوں۔ وہ بعض دفعہ نصیحت نہیں سنتے مگر اس لئے کہ نصیحت کے دروازے بند ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نصیحت کی کمزوری کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (البقرہ:۸) کے مضمون نے ہمیں یہ سمجھا دیا کہ بعض کان نصیحت سننے کے لئے بند ہیں ، بعض دل اُنہیں قبول کرنے کے لئے اندر سے اس طرح بند ہو گئے ہیں کہ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد:۲۵) گویا اُن کے دلوں کے اندر کچھ تالے تھے، جو اُنہوں نے اوپر ڈال رکھے ہیں۔ تو ایسی کیفیت والے لوگ مستثنیٰ ہوں گے لیکن مراد یہ نہیں ہے کہ نصیحت کا اثر نہیں۔ نصیحت اُن رستوں سے داخل نہیں ہونے دی جاتی جو رستے نصیحت کے لئے مقرر فرمائے گئے ہیں۔ پس نصیحت کا کوئی قصور نہیں مگر بنیادی بات جو میں سمجھانی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں پر بھی نظر ڈالتے ہوئے بھی حضرت رسول اللہ ﷺ طیش میں نہیں آتے تھے۔ نصیحت کی ہے، مقابل پر صرف یہ نہیں کہ اُس کو رد کیا گیا ہے بلکہ سخت سزا دی گئی ہے، سخت اذیتیں پہنچائی گئی ہیں۔ زبان سے بھی ، ہاتھ سے بھی اور دیگر ذرائع سے بھی شدید اذیت میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اس جرم میں کہ ہمیں کیوں نصیحت کی اور ہر ایسے موقع پر آنحضرت ﷺ کا ردعمل رحمت کا ردعمل تھا اور طائف کا واقعہ دیکھ لیجئے کہ طائف کے ایک سنگلاخ پہاڑی علاقے میں ، جہاں تک میں سمجھتا ہوں جو چٹانوں کا پہاڑی علاقہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نصیحت کے لئے گئے اور جواب

میں اُس علاقے کے سردار نے آنحضورﷺ کے پیچھے گلیوں کے چھوکرے لونڈے لگا دیئے۔ اُن کی جھولیوں میں پتھر تھے، زبانوں میں گندی گالیاں تھیں، حضرت محمد رسول اللہﷺ کو اس حالت میں اپنے شہر سے ایسے نکالا ہے کہ سر سے پاؤں تک لہولہان ہو چکے تھے اور دل زخموں سے بھرا ہوا تھا۔ بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ چلنا اس لئے مشکل تھا کہ جوتی میں اپنے ہی خون کا کیچڑ سا بن گیا تھا۔ چلتے ہوئے پاؤں پھسلتا تھا۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے پاس فرشتے بھیجے اور فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے تو خدا غضبناک ہے ان کی حالت پر اور اگر تو چاہے تو وہ فرشتے جو اس پہاڑ کے فرشتے ہیں ان دو پہاڑوں کے درمیان وادی سی ایک جگہ میں واقعہ تھا شہر۔ ان پہاڑوں کو اکٹھا کر دیں گے اور ہمیشہ کے لئے یہ بستی نابود ہو جائے گی یعنی مراد ہے کہ ایسا خوفناک زلزلہ آ سکتا ہے خدا کے ایسے فرشتے جو زلزلے کی طاقتوں پر مامور ہیں اُن کو اللہ اجازت دے تو ہمیشہ کے لئے یہ بستی نابود ہو جائے گی۔ اگر آنحضورﷺ کے دل میں ذرا بھی غصے کا ردعمل ہوتا تو اُس موقع پر آپﷺ فرماتے کہ اے اللہ! ان کو ہلاک کر دے، زندہ رہنے کے لائق نہیں۔ بعض روایات میں ایک لمبی دعا ملتی ہے۔ ایک یہ بھی دعا ملتی ہے کہ **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون** بعض روایات میں اس دعا کا تعلق بدر یا احد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ مجھے اس وقت صحیح یاد نہیں لیکن ایک اور جنگ کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے اس تعلق میں بھی اسی دعا کا ذکر کیا تھا۔ چنانچہ میں نے تحقیق کروائی تو پتا چلا کہ یہی دعا اس طائف کے موقع پر بھی آنحضرتﷺ نے کی تھی یعنی اے خدا یہ جانتے نہیں ہیں اس لئے ان کو معاف فرما، اس لئے درگزر فرما لیکن میری التجا یہ ہے کہ **اھد قومی** میری قوم کو ہدایت دے دے، ہلاک نہ کر۔ پس ایسے غم کی حالت میں جبکہ انسان کے دل کی کیفیت پر نظر ڈال کر اُس کی خاطر خدا غضبناک ہو رہا ہو۔ اُس وقت بندے کا رحم، بندے کے **عفو** کا سلوک اللہ تعالیٰ کے غضب کو رحمت میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ اُس وقت جو دعا اٹھتی ہے وہ اُس قوم کے لئے رحمت بن جایا کرتی ہے۔ پس نصیحت اس جذبے سے کریں کہ جس کے لئے آپ نصیحت کرتے ہیں اگر وہ نہیں سنتا تو آپ کو دکھ محسوس ہو، آپ کا دل غم سے بھر جائے۔ پس اس موقع کے لئے قرآن کریم کی وہ آیت سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ کہ مدد مانگو صبر کے ساتھ اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ پس آپ نے اگر نصیحتیں کرنی ہیں اور نصیحتوں کے ذریعے دنیا میں ایک

عظیم انقلاب برپا کرنا ہے۔

تو پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے رحمت کے ساتھ نصیحت کریں جب بھی نصیحت میں غصہ شامل ہو جایا کرے اپنی نصیحت تھوک دیا کریں کیونکہ وہ نصیحت زہریلی نصیحت ہے۔کوئی اثر نہیں دکھائے گی۔اُس سے سوسائٹی اور بھی گندی ہو جائے گی یہ ایسی نصیحت ہوگی جیسے کسی کو کہا جائے اوچل چھوکری اب حیا کر۔بے حیاؤں کی طرح پھر رہی ہے۔دوپٹہ تو سر پر رکھ، ایک یہ کہنے کا انداز ہے اور ایک کہنے کا یہ انداز ہے کہ کسی ایسی بچی کی حالت پر انسان کا دل کڑھے اور اُس میں رحم کا جذبہ پیدا ہو، اُسے سلیقے اور پیار کے ساتھ سمجھایا جائے کہ بی بی یہ اچھی چیز ہے کہ انسان اپنے سر کو ڈھانپ کر رہے یہ ہمارے معاشرے کی اچھی خوبی ہے۔ان کی حفاظت کرو۔

دو کہنوں کے انداز میں بڑا فرق ہے۔پہلی بات نفرت کے منبع سے پھوٹتی ہے یعنی کسی کو غلط کمزور حالت میں دیکھ کر غصے کا اظہار، تحقیر کے کلمات کہنا۔اُس کے دل کو دکھانے کی کوشش کرنا۔اپنے بدلے اتارنا، نہ کہ اُس کی اصلاح کا خیال رکھنا۔اپنے بدلے سے مراد یہ ہے کہ بعض لوگ کسی نہ کسی معاملے میں احساس کمتری کا شکار رہتے ہیں اور معاشرے میں جو لوگ اچھے رہتے ہیں اُن کے خلاف غصہ رہتا ہے اور وہ دیکھ نہیں سکتے۔بعض دفعہ شریکے کی بھی دشمنیاں ہوتی ہیں۔پس وہی برائی میں نے دیکھا ہے کہ گھر میں اپنی بچیوں میں دکھائی دے تو وہ ردعمل نہیں ہوتا ہے میں نے جس کی مثال دی ہے۔اگر دوسرے کی بچی میں دکھائی دے یا اس معاشرے کے اُس طبقے میں دکھائی دے جو اُن سے بہتر حال میں ہے۔تو بڑا زہریلا تبصرہ ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں ہم نے نصیحت کر دی۔یہ نصیحت کا طریق نہیں ہے۔رحمت کے ساتھ نصیحت کریں گے تو اُس میں غصے کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔رحمت کے ساتھ نصیحت کریں گے تو اگلا نہیں مانے گا تو کیا پیدا ہوگا وہ غم، جس کا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے۔لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اُس کے غم میں تو ہلاک ہو رہا ہے اور یہ غم جو ہے یہ صبر ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا گیا ہے۔اس غم کے نتیجے میں انسان کچھ کر نہیں سکتا۔کچھ پیش نہیں جاتی، زبردستی کر نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۳﴾ (الغاشیہ:۲۳) فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى نصیحت تیرا کام ہے اور تجھے ہم نے داروغہ مقرر نہیں فرمایا ہوا۔جب انسان بے بس ہو وہ صبر کا مقام ہے۔بے اختیاری سے ایک صبر

پیدا ہوتا ہے۔ اُس وقت جو صبر ہے وہ دعاؤں میں ڈھلتا ہے۔ ایسا صبر جس میں انسان خدا کی خاطر ایک تبدیلی چاہتا ہے لیکن نہیں کرسکتا اور مجبور ہوکر اور نہتا ہوکر بیٹھ رہتا ہے۔ ایسا صبر دل میں ایک قسم کی غم کی جھیل سی پیدا کر دیتا ہے۔ اُس جھیل سے جو بخارات اٹھتے ہیں وہ دعائیں ہیں جن کی طرف اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اللہ سے مدد مانگتے ہو کس چیز سے مدد مانگو گے کچھ تمہارے پلے ہونا چاہئے، فرمایا صبر تمہارے دامن میں ہونا چاہئے۔ صبر سے جو دل خون ہوتا ہے اور ایک غموں کی جھیل سی بن جاتی ہے۔ اُس سے جو دعائیں اٹھیں گی وہ تمہارے لئے خدا تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی ضمانت بن جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور فضلوں کی بارشیں نازل ہوں گی۔ ساتھ فرمایا وَ الصَّلٰوةِ ؕ اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ پس اس مضمون کو صلوٰۃ کے ساتھ دوبارہ باندھتے ہوئے میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں۔ وہ صبر یا وہ نیکی کا خیال یا وہ نیک نصیحتیں جن کے ساتھ ایک مستقل عبادت کا پاک تعلق نہ ہو وہ بیکار جایا کرتے ہیں۔ اُن کے اندر مقبولیت کی طاقت پیدا نہیں ہوتی، وہ خدا کے عبادت گزار بندے ہیں جن کا صبر مقبول دعاؤں میں ڈھلا کرتا ہے۔ ایک انسان جو عبادتوں پر قائم نہیں ہے، نہ اپنی عبادت کی حفاظت کرتا ہے، نہ غیروں کی عبادت کی حفاظت کرتا ہے، اُن کے گھر تو ایسے گھونسلے بن جاتے ہیں جہاں سے پرندے اڑ چکے ہوں، بے نور سے گھر ہوتے ہیں، اُن میں سے ذکر الٰہی رخصت ہو جاتا ہے۔ گھر کا ماحول ہی عجیب سا دنیاداری کا، ایک مادہ پرستی کا سا ماحول ہے جس میں وہ حقیقی سکون اور تسکین قلب باقی نہیں رہتا۔ جو ذکر اللہ سے انسان کو عطا ہوتا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: ۲۹) خبردار ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں اگر دل کی طمانیت چاہتے ہو ایک دائمی سکینت چاہتے ہو تو اللہ کے ذکر سے تمہیں ملے گی۔ پس جن کے گھر پھر عبادت سے خالی ہو جائیں وہ بھی بعض دفعہ نیک نصیحتیں کیا کرتے ہیں۔ بعض باتوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اُن میں بعض خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ تو نہیں کہ ہر خوبی سے وہ عاری ہو جائیں جو خوبیاں اپنے اندر ہیں اُن کے متعلق وہ دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں۔ جن خوبیوں سے وہ خود عاری ہیں اُن کی طرف اُن کی نگاہ نہیں جاتی۔ یہ جو لوگ ہیں ان کی نصیحت بھی بیکار ہے اور اُس کا کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ صبر کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ اس مضمون نے ایک اور بات ہمیں یہ سمجھا دی

کہ عام لوگ جو اپنے حسن خلق کے نتیجے میں یا دوسرے دنیاوی محرکات کے نتیجے میں نصیحت کیا کرتے ہیں اُن کی نصیحت اگر اثر نہ دکھائے تو وہ اُس بات کو چھوڑ دیتے ہیں یا غصہ دکھا دیں گے۔ اگر دل میں نرمی ہوگی تو تھوڑا سا محسوس کر کے پھر کہتے ہیں اچھا پھر اُس کی مرضی جو چاہے کرے۔

جس قسم کی نصیحت کی میں جماعت احمدیہ سے توقع رکھتا ہوں وہ وہ نصیحت ہے جو قرآن نے ہمیں سکھائی ہے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔ اُس میں ہتھیار ڈالنے کا کہیں کوئی مضمون دکھائی نہیں دیتا۔ یہ تو فرمایا ہے کہ اگر کوئی نہیں مانتا تو تیرا قصور نہیں ہے تو داروغہ نہیں بنایا گیا۔ لیکن یہ نہیں فرمایا گیا کہ نصیحت بند کر دے۔ فَذَكِّرْ میں جو تشدید ہے یہ اس مضمون میں ایک قسم کی شدت بھی پیدا کر دیتی ہے اور دوام بھی کہ تو نصیحت کر اور کرتا چلا جا اور یہ یقین رکھ کہ بالآخر یہ نصیحت فائدہ دے دے گی۔ ایسی صورت میں کیا مزید کارروائی کرنی چاہئے۔ یہ دوسری آیت جس کا میں اس وقت ذکر کر رہا ہوں۔ اس کا اس مضمون سے تعلق ہے۔ مزید کارروائی یہ ہے کہ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ نصیحت کر کے یہ نہ سمجھا کرو کہ فرض ادا ہو گیا۔ تم فارغ ہو بیٹھے ہو۔ اس کے بعد صبر کے ساتھ اس بات پر قائم رہو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور ساتھ عبادت کرتے رہو تب تمہاری نصیحتوں کا ضرور فائدہ ہوگا۔

یہ آج کل کے حالات میں سمجھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ خدا کے فضل کے ساتھ تبلیغ میں بہت ہی غیر معمولی تیزی پیدا ہو رہی ہے۔ بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں پہلے سینکڑوں نئے احمدی ہوتے تھے اب ہزار ہا ہونے لگے ہیں۔ جہاں صرف ایک دو ممالک کی بات نہیں رہی کئی ممالک ہیں جو اب ان ملکوں کی فہرست میں داخل ہو گئے ہیں جہاں يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (النصر:۳) کے مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو فوج در فوج احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں اُن کی بھاری ذمہ داری ہم پر ہے۔ ہمیں ایک مضبوط نصیحت کرنے والا نظام قائم کرنا پڑے گا۔ اگر ہم ایسا نظام قائم نہ کریں گے تو ان لوگوں سے ہماری غفلت کے نتیجے میں یہ لوگ خود اپنے حال سے غافل ہو جائیں گے۔ ایسی جماعتیں بنتی ہیں اور فائدہ اٹھائے بغیر پھر خود بخود بگڑ بھی جاتی ہیں۔ صرف تعداد کی ضرورت نہیں ہے تعداد کو لینا اور اُس کو سمیٹنا، اُس کو نظام انہضام میں سے اس طرح گزارنا کہ مری ہوئی چیز میں زندگی پیدا ہو جائے۔ جس طرح کھانا کھایا جاتا ہے، وہ زندہ چیز بھی کھائیں گے تو

معدے میں جا کے مرہی جائے گی بہر حال۔موت کے بعد ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے نظام انہضام سے یعنی ہضم کرنے کا جو نظام ہے۔ وہ ایک مردہ حالت کو ایک زندہ حالت میں تبدیل کرتا ہے اور جب وہ زندگی کا جز بننے کے لائق ہو جاتی ہے تب آپ کے وجود کا حصہ بنتی ہے۔

پس بہت سے کام ہیں جو تبلیغ کی کامیابی کے بعد باقی رہتے ہیں۔تبلیغ میں تو زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ آپ کے لئے ہزار ہا افراد مہیا کر دیئے جو اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے اوپر جو کارروائی کرنی ہے وہ کرلو۔ ہم حاضر ہیں۔ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (البقرہ:۲۸۶) کی روح دکھا رہے ہیں۔اُس کے بعد اُن کو اُس حالت میں چھوڑ دینا بہت ہی بڑی جہالت ہوگی۔ وہاں اُن کو اٹھانا ہے، اُن کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں۔نظام جماعت کے اندر اُن کو سمو دینا ہے، اُس کا حصہ بنا دینا ہے۔ رفتہ رفتہ ایک مردہ وجود کو زندگی عطا کرنی ہے۔ بے شمار کام وہاں سے شروع ہوتے ہیں وہاں کام ختم تو نہیں ہو جایا کرتے۔ پس خصوصیت سے افریقہ کے وہ ممالک میرے پیش نظر ہیں جہاں کثرت کے ساتھ بیعتیں ہو رہی ہیں۔ آئندہ بڑھنے کے آثار دکھائی دے رہے ہیں کہ وہ اسی طرح کی تربیتی کلاس جس طرح خدام الاحمدیہ پاکستان میں لگائی گئی ہے ایک نہیں بلکہ ایک سے زائد لگانی شروع کرے، مختلف تنظیموں کے ذریعے لگائیں، جہاں بیعتیں ہوتی ہیں وہاں بار بار کیمپ کھولے جائیں اور مختلف تربیتی مضامین لے کر اُن پر کام کریں اُن کی تربیت پر محنت کریں۔ آغاز میں جب ایک انسان نیا کسی دین کو یا مسلک کو قبول کرتا ہے تو وہ زیادہ اس بات کے لئے تیار ہوتا ہے کہ اس کے اندر تبدیلیاں پیدا ہوں۔ اگر اُسی حالت پر ٹھنڈا ہو گیا تو پھر بعض دفعہ سینکڑوں گنا محنت بھی بیکار جاتی ہے۔ پس نئے آنے والوں کے لئے ساری دنیا میں اس قسم کی تربیتی کلاسیں لگائیں اور مرکزی نقطہ اُن کلاسوں کا یہی ہو جو میں نے بیان کیا ہے۔ نماز پر قائم کریں۔ نماز کی حفاظت کا مضمون سکھائیں اور رحمت اور محبت اور صبر کے ساتھ دوسروں کو نصیحت کرنے کا سلیقہ عطا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اگر ان دو بنیادی کاموں کا ہم حق ادا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ جماعت کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا بلکہ دن بہ دن جماعت کا مستقبل اور زیادہ سنورتا اور نکھرتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)